Al-Mīthāq*Research Journal of Islamic Theology*
ISSN: 2791-0989 P, 2791-0997 E
Volume 03, **Issue** 01, January-June 2024, **PP**: 269-280
Open Access at:https://almithaqjournal.org/

Article QR

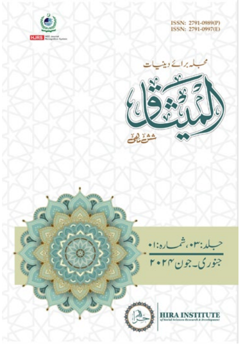

قرآن کی روشنی میں دعا کی قبولیت اور قربِ الٰہی کا حصول

The Acceptance of Supplication and Attainment of Divine Proximity in the Light of the Qur'ān

1. Dr. Muhammad Asif dr.masif@iub.edu.pk	*Assistant Professor / HOD,* *Department of Islamic Studies,* *The Islamia University of Bahawalpur, Rahim Yar Khan Campus.*
2. Dr. Sheraz Ahmad sheraz.ahmad@iub.edu.pk	*Lecturer,* *Department of Islamic Studies,* *The Islamia University of Bahawalpur, Rahim Yar Khan Campus.*
3. Dr. Aisha Sadaf aasi.ch19@gmail.com	*Visiting Lecturer,* *The Government Sadiq College Women University Bahawalpur.*

How to Cite:	Dr. Muhammad Asif, Dr. Sheraz Ahmad and Dr. Aisha Sadaf. 2024: "The Acceptance of Supplication and Attainment of Divine Proximity in the Light of the Qur'ān". *Al-Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (01): 269-280.
Article History:	**Received**: 15-06-2024 · **Accepted**: 26-06-2024 · **Published**: 30-06-2024

Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	CC BY — This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

Conflict of Interest:	Authors declared no conflict of interest

Abstract & Indexing

DRJI · ADVANCED SCIENCES INDEX · ADVANCED SCIENCE INDEX · CiteFactor Academic Scientific Journals · ASIAN Research Index · SCI · Google Scholar · اشاریہ اردو جرائد · تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ · ADL ASIAN DIGITAL LIBRARY · EuroPub

Publisher

HIRA INSTITUTE *of Social Sciences Research & Development*

قرآن کی روشنی میں دعا کی قبولیت اور قربِ الٰہی کا حصول

The Acceptance of Supplication and Attainment of Divine Proximity in the Light of the Qur'ān

1. **Dr. Muhammad Asif**
Assistant Professor / HOD,
Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Rahim Yar Khan Campus.
dr.masif@iub.edu.pk

2. **Dr. Sheraz Ahmad**
Lecturer,
Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Rahim Yar Khan Campus.
sheraz.ahmad@iub.edu.pk

3. **Dr. Aisha Sadaf**
Visiting Lecturer, The Government Sadiq College Women University Bahawalpur.
aasi.ch19@gmail.com

Abstract:

This research explores the profound concepts of the acceptance of supplication and the attainment of divine proximity as illuminated in the Qur'ān. The study delves into the Quranic verses that emphasize the significance of sincere supplication and the conditions under which prayers are accepted by *Allāh*. It also examines the spiritual journey towards achieving closeness to *Allāh* through consistent and heartfelt supplication. By analyzing key Quranic passages and interpretations from renowned Islamic scholars, the paper aims to provide a comprehensive understanding of how believers can enhance their spiritual connection with the Divine. The research highlights the importance of faith, patience, and righteousness in the process of making supplications and attaining divine proximity, offering valuable insights for individuals seeking spiritual growth and fulfillment in their relationship with *Allāh*.

Keywords: *Supplication, Quranic Verses, Divine Proximity, Faith, Patience.*

تعارف

اللہ عزوجل قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ۔[1]

اور جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو(جواب دیں)یقیناً میں قریب ہوں،دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرے۔سو انہیں چاہیے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ہی ایمان لائیں تاکہ ہدایت یافتہ ہوں۔

یہ آیت بہت عظیم المرتبت ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ جل شانہ نے جس اپنائیت (عبادی) کا اظہار فرمایا ہے وہ ایک مومن کے لیے قابل رشک ہے۔یہ آیت کریمہ اللہ رب العزت کی طرف سے ان تمام سوالات کا جواب ہے جو ایک کمزور ایمان والے اور شیطانی وساوس کے گھیرے میں آنے والے مسلمان کے دل میں دعا اور اس کی قبولیت کے متعلق آتے رہتے ہیں۔مفسرین

کرام نے اس آیت کی تفسیر میں ان ممکنہ وساوس وکمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔یعنی یہ آیت اپنے آپ میں ایک مکمل مضمون اور جامع مفہوم رکھنے والی آیت ہے۔لہٰذا زیرِ نظر مقالہ میں اس بابت کوشش کی جائے گی کہ اس آیت قرآنی کی روشنی میں عبادات میں دعا کا مقام ومرتبہ کیا ہے؟ اس بات کی بھی وضاحت کی جائے گی کہ کن اسباب کو اختیار کرنے سے دعا کی قبولیت یقینی ہو جاتی ہے اور اور وہ کون سے عوامل ہیں جو اجابت دعا میں رکاوٹ بنتے ہیں؟ نیز اگر وقتی اور ظاہری طور پر یہ نظر آرہا ہو کہ دعا قبول نہیں ہو رہی تو اس کے بارے شریعت کا نقطہ نظر کیا ہے اور کس طرح دعا کے ذریعہ اللہ رب العزت کا قرب حاصل کیا جاسکتا ہے؟

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں تفسیر بغوی میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہود مدینہ نے کہا یا محمد! ﷺ ہمارا رب ہماری دعا کیسے سنتا ہے؟ حالانکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ ہمارے اور آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے پھر ہر آسمان کی موٹائی بھی اسی قدر ہے۔تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ضحاک کہتے ہیں بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے حضور کریم ﷺ سے پوچھا کیا ہمارا رب قریب ہے؟ ہم اس کو سرگوشی کے انداز میں پکاریں یا دور ہے کہ باآواز بلند ندا دیں؟ سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔اس میں عبارت پوشیدہ ہے۔گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس ان کو کہہ دیجئے بیشک میں علم کے ساتھ ان کے قریب ہوں مجھ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو لوگ ایک وادی پر چڑھے تو انہوں نے تکبیر وتہلیل کے ساتھ آوازیں بلند کیں، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ٹھہرو (اپنے آپ پر رحم کرو) تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے تم اس ذات پاک کو پکار رہے ہو جو سننے والی بھی ہے اور قریب بھی اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔[2] اس آیت کا ذکر اس سے پہلے والی روزے کی آیات کے بیچ میں کیا گیا ہے۔اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ[3]

مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے پہلوں پر تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

پھر دو آیتیں آئیں اور پھر یہ آیت (وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي) آئی۔پھر اس کے بعد روزہ سے متعلق ایک آیت آئی:

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ[4]

تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا۔

اس دعا والی آیت کا روزہ رکھنے والی آیات کے درمیان میں واقع ہونے سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ رمضان دعا کے بہترین اوقات میں سے ایک ہے جس میں جواب دینے کا زیادہ امکان ہے۔اگرچہ اس آیت میں روزے، افطار یا رمضان سے متعلق کچھ نہیں۔گویا یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رمضان المبارک اپنی فضیلت اور اس کے دوران دعا کرنے والے کی حالت کی وجہ سے دعا کے سب سے بڑے موسموں میں سے ایک ہے۔جس کی تصدیق ایک روایت سے بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ثلاثةٌ لا تُردُّ دعوتُهم الصَّائمُ حتَّى يُفطرَ والإمامُ العادلُ ودعوةُ المظلومِ۔[5]

تین لوگ ایسے ہیں جن کی دعا رد نہیں ہوتی: روزہ دار جب تک افطار نہ کرلے، عادل امام اور مظلوم کی دعا۔

آپ ﷺ کا فرمان "الصَّائمُ حتَّى يُفطرَ" صرف رمضان کی حد تک نہیں کہ رمضان ہی اس قید کے ساتھ مقید ہو بلکہ اگر رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں بھی روزہ دار افطار کے وقت دعا کرے تو بھی اس کی دعا رد نہیں کی جائے گی۔مگر رمضان میں اس وقت کی فضیلت اور اعمال کا اجر بڑھ جانے کی وجہ سے قبولیت کا درجہ بڑھ جاتا ہے۔ابن عاشور رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وفي هذه الآية إيماء إلى أن الصائم مرجو الإجابة، وإلى أن شهر رمضان مرجوة دعواته، وإلى مشروعية الدعاء عند انتهاء كل يوم من رمضان۔[6]

یہ آیت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ روزہ رکھنے والے کو جواب کی امید ہوتی ہے۔ اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ رمضان کا مہینہ اس کی دعا کی (قبولیت کی) امید والا ہے اور رمضان کے ہر دن کے آخر میں دعا کی مشروعیت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔

ابو ہریرہؓ کی روایت بھی روزہ دار شخص کی دعا کی قبولیت کے حوالے سے ابھی گزری ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کے مہینہ میں ہر روز افطار کے وقت دعا کی قبولیت کی امید زیادہ ہوتی ہے۔ اور اسی طرح اللہ کا فرمان: (يسألونك) قرآن میں مختلف مقامات پر کئی بار آیا ہے۔ سورہ البقرۃ میں اس سے پہلے آٹھ بار بطور سوال آیا ہے اور ان سب کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ جب کہ اس دعا والی آیت میں ان سب کے برعکس شرط کے صیغہ کے ساتھ آیا ہے۔ یہاں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قبولیت کا امر جس کا وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا اور دعا کی جزا یہ ہے کہ وہ جلدی قبول ہو۔ لہذا یہ ایسا ہی ہے کہ گویا بندے نے کوئی سوال کیا ہی نہیں تھا بلکہ ابتدا ہی اس سے تھی کہ اگر وہ سوال کرے تو اس کو ضرور جواب ملے گا۔ اس کی مزید وضاحت اور فرق اس مثال سے واضح ہو جائے گا کہ کوئی شخص آپ کے پاس آئے اور کہے کہ فلاں شخص آپ سے فلاں حاجت کا سوال کرتا ہے تو آپ اس شخص سے کہیں کہ اسے یہ دے دو یا پھر آپ یہ کہیں کہ اگر فلاں شخص تیرے پاس آئے اور تجھ سے سوال کرے تو تو اسے دے دینا۔ تو اس دوسرے جملہ میں عزت و کرامت زیادہ ہے کیونکہ اس کے سوال کرنے سے پہلے ہی آپ نے اسے دینے کی تیاری کر لی تھی اور ذہن بنا لیا تھا کہ اگر وہ آپ سے مانگے تو اسے دے دو۔ بعینہ اس آیت میں بھی مزید عزت و تکریم اور قبولیت کا پہلے سے وعدہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔

دعا کے سوال پر اللہ کا براہ راست جواب دینا

اللہ نے اس آیت میں یہ نہیں کہا کہ اگر میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو انہیں بتا دیجئے کہ میں نزدیک ہوں بلکہ سورۃ البقرۃ کے بقیہ سوالوں کے برعکس فرمایا (وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ) کیونکہ وہاں (يسألونك) کے جواب میں قل (آپ کہہ دیجئے) کہا گیا ہے۔ یعنی اللہ جل شانہ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ کہہ دیں آپ ان کو جواب دیں۔ چنانچہ یہاں خدا وحدہ لاشریک نے بذات خود جواب دیا اور بیچ والے واسطے کو حذف کر دیا جس میں اللہ کا اپنے بندوں کے قریب ہونے اور ان کی دعا کو جلد قبول کرنے اور جواب دینے کی طرف اشارہ ہے۔ علامہ شنقیطی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ذكر في هذه الآية أنه جل وعلا قريب يجيب دعوة الداعي وبين في آية أخرى تعليق ذلك على مشيئته جل وعلا وهي قوله: (فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ) (الانعام:٦:٤١) وقال بعضهم: التعليق بالمشيئة في دعاء الكفار كما هو ظاهر سياق الآية، والوعد المطلق في دعاء المؤمنين، وعليه فدعاؤهم لا يرد، إما أن يعطوا ما سألوا أو يدخر لهم خير منه أو يدفع عنهم من السوء بقدره. وقال بعض العلماء: المراد بالدعاء العبادة، وبالإجابة الثواب، وعليه فلا إشكال۔[7]

اس آیت میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اللہ جل شانہ قریب ہے اور داعی کی پکار کا جواب دیتا ہے۔ ایک دوسری آیت میں دعا کی قبولیت کو اس بزرگ و برتر خدا کی مرضی پر منحصر کیا گیا ہے اور اللہ تعالی کا فرمان یہ ہے (پھر اگر وہ چاہتا ہے تو جس تکلیف کے لیے تم اسے پکارتے ہو وہ دور کر دیتا ہے)۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ کفار کی دعاوں کو مشیت کے ساتھ معلق کیا گیا ہے جیسا کہ آیت کے سیاق سے ظاہر ہے اور مومنین کی دعا میں مطلق وعدہ کیا گیا ہے اور اس وجہ سے ان (مومنین) کی دعا کو مسترد نہیں کیا جاتا ہے۔ یا تو انہیں وہی دیا جاتا ہے جو

انہوں نے مانگا تھا، یا ان کے لئے اس سے بہتر چیز ذخیرہ کی جاتی ہے، یا ان سے اللہ کی قدرت کے ساتھ برائی دور کردی جاتی ہے۔ کچھ علماء نے کہا: دعا سے مراد عبادت ہے، اور دعا کی قبولیت اجر و ثواب ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی اشکال نہیں ہے۔

یہ سچ ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی اشکال نہیں کیونکہ اللہ نے قبولیت کا وعدہ کیا ہے اور خدا سے بڑھ کر کوئی بھی سچا نہیں۔ اگر کوئی امیر شخص بھی کسی غریب سے کہے مانگو اور میں تمہیں دوں گا تو وہ اپنی بات کو ضرور پورا کرے گا اور وہ یہ ہرگز نہیں کرے گا کہ وعدہ کرنے کے بعد اسے دینے سے انکار کر دے۔ اور اللہ تعالی نے بھی یہاں اپنے مومنین بندوں سے وعدہ کیا ہے کہ ان کی دعا کو قبول کرے گا۔ اور رہی بات مشرکین کی تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ[8]

بلکہ تم اسی (اللہ) کو پکارو گے تو اگر اللہ چاہے تو وہ مصیبت ہٹا دے جس کی طرف تم اسے پکارو گے اور تم بھول جاؤ گے جو شریک بناتے ہو۔

یہاں اللہ عزوجل نے إِنْ شَاءَ کی قید لگا دی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مشرکین کسی مصیبت و مشکل میں ہوں اور اگر وہ اللہ جل جلالہ کو پکارتے ہیں تو وہ حکمت کے تقاضہ کے مطابق کبھی تو ان کی دعا قبول کر لیتا ہے اور کبھی قبول نہیں کرتا۔ جہاں تک مومنین کی دعاؤں کا تعلق ہے تو ان کا قبول ہونا یقینی ہے۔ جب تک کہ اس دعا کرنے والے کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہ آئے تب تک پکار کا جواب ملتا رہتا ہے۔ پس اگر اللہ دعا قبول نہ کرے تو ضرور اس میں اس بندے کی کوئی لاپرواہی ہو گی یا اسی کی طرف سے کوئی رکاوٹ ہو گی۔ جہاں تک کفار کی دعاوں کا تعلق ہے تو یہ اللہ کی مرضی ہے کہ چاہے تو قبول کرلے اور اگر چاہے تو ان کی پکار کا جواب ہی نہ دے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كان خالد الربعي يقول: عجبت لهذه الأمة في {ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ}[غافر: 60] أمرهم بالدعاء ووعدهم بالإجابة، وليس بينهما شرط. قال له قائل: مثل ماذا؟ قال مثل قوله: { وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْاوَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ}[البقرة: 25]فههناشرط،وقوله:{ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓااَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ}[يونس: 2] فليس فيه شرط العمل، ومثل قوله:{ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ}[غافر:14]فههنا شرط،وقوله:{ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ}ليس فيه شرط وكانت الأمم تفزع إلى أنبيائها في حوائجهم حتى تسأل الأنبياء لهم ذلك۔[9]

خالد الربعی کہتے تھے: اس امت کے لیے تعجب کی بات ہے کہ اس آیت "تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا" میں دعا کا حکم دیا گیا ہے اور قبولیت کا وعدہ بھی کیا گیا ہے اور اس پر کوئی شرط بھی نہیں رکھی گئی ہے۔ کسی نے ان سے کہا: جیسے کیا؟ انہوں نے کہا جیسے اللہ کا فرمان ہے " اور خوشخبری دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔ یہاں ایک شرط لگائی گئی ہے۔ اسی طرح ارشاد باری تعالی ہے "اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے" پس اس آیت میں عمل کی کوئی شرط نہیں ہے اور اسی طرح اللہ کا فرمان ہے "تو اللہ کی بندگی کرو، خالص اسی کے بندے بن کر" یہاں بھی ایک شرط لگائی گئی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے "تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا" اس میں کوئی شرط نہیں۔ امتیں اپنی حاجات کیلیے اپنے نبیوں کی طرف رجوع کرتی تھیں یہاں تک کہ انبیا ان کے لیے اس چیز کا سوال کرتے تھے۔

آسمان کی کلید

حسن بصری رحمہ اللہ کے قول کا مفہوم ہے کہ سمندر کی چابی جہاز ہیں، زمین کی چابی سڑکیں یعنی راستے ہیں اور آسمان کی چابی دعا ہے۔[10] لہذا اگر آپ سمندر کی سواری کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو ایک بحری جہاز کی ضرورت اور اگر آپ چلنا اور سفر کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو زمین کے کھلے وسیع میدانوں میں چلنے کے لیے کسی جانور یا کار یا اسی طرح کی کسی چیز کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر آپ حجاب کو ختم کرنا چاہتے ہیں، پردوں کو چاک کر کے عرش بریں تک جانا اور آسمان کو عبور کرنا چاہتے ہیں تو اس کی چابی صرف دعا ہی ہے۔ اسی لیے جب کچھ سلف سے پوچھا گیا کہ آسمان اور زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ مقبول دعا۔ لہذا اچھی اور صالح دعا وہ ہوتی ہے جس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، پردے چاک کر دیے جاتے ہیں اور وہ عرش تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کا جواب بھی دیا جاتا ہے، وہ فاصلوں کو ختم کرتے ہوئے بندے کو رحمٰن قادر مطلق کے قریب کر دیتی ہے۔

اللہ عزوجل کا قرب

ابن قیم رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللہ جل وعلا کا قرب قرآن میں مذکور ہے اور اس آیت میں اللہ سے دعا کرنے والے اور اس کے متلاشیوں کے لیے ایک خاص قرب ہے۔[11] آسان لفظوں میں اگر اس کو بیان کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے اور اللہ کے درمیان کوئی ایک بھی نہیں کہ اللہ سے ملنے کے لیے وقت لینے کی ضرورت پڑے اور نہ ہی لمبی لمبی قطاریں کہ انتظار کرنا پڑے اور نہ ہی کسی دشوار گزار راہ کو عبور کرنا پڑتا ہے۔ ہمیں صرف اتنا کرنا ہے کہ کسی بھی صورت میں کسی بھی حال میں دن یا رات کے کسی بھی وقت اپنے ہاتھ اٹھائیں، وہ ہماری سنے گا اور جواب بھی دے گا، ہماری دعا کو قبول بھی کرے گا۔ مادی دنیا کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ جہاں تک اس قادر مطلق کی ذات اقدس کا تعلق ہے تو آپ کو اس سے ملنے کے لیے صرف تیاری اور دعا کرنی ہے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ۔[12]

اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا بیشک جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں جائیں گے۔

لطیف علمی نکتہ

بعض اہل علم نے اس آیت مبارکہ سے ایک لطیف نکتہ نکالا ہے جو وہ کچھ اس طرح بتاتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے یہ نہیں فرمایا "وإذا سألك المؤمنون وإذا سألك المسلمون" بلکہ فرمایا "وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے ان کو عبودیت کے وصف کے ساتھ متصف کیا ہے اور اپنے بندوں کو عزت و شرف بخشتے ہوئے ان کی نسبت اپنی طرف کی ہے جو کہ ایک مخلوق کے لیے سب سے بڑا درجہ اور مقام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا قادر مطلق نے اپنے نبی ﷺ کو عزت و شرف کے مقامات میں اس وصف (عبد) کے ساتھ متصف کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا۔[13]

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے کچھ حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دعا اشرف العبادات میں سے ہے جس کے ذریعے داعی عبودیت کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔ کچھ علما کا اس بارے یہ کہنا ہے کہ اگر اللہ تمہاری زبان پر دعا اور طلب جاری کر دے تو جان لو کہ وہ تمہیں دینا چاہتا ہے۔ یہ

آیت سے بطور اشارہ ایک اچھا اقتباس بنتا ہے کیونکہ جو اس کو آپ کی زبان پر جاری کرتا ہے اور آپ کو دعا کرنے کے قابل بناتا ہے وہ وہی تو ہے جس کا فرمان ہے"فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ"۔امام رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

الداعي لابدوأن يجدمن دعائه عوضا، إماإسعافابطلبته التي لأجلهادعاوذلك إذاوافق القضاء فإذا لم يساعده القضاء فإنه يعطي سكينة في نفسه، وانشراحا في صدره، وصبرا يسهل معه احتمال البلاء الحاضر وعلى كل حال فلايعدم فائدة وهو نوع من الاستجابة۔[14]

دعا کرنے والے کو اس کی دعا کا معاوضہ ملنا چاہیے، یا تو اس کی طلب کے ساتھ مدد جس کے لیے اس نے دعا کی تھی اور وہ یہ ہے کہ جب وہ تقدیر کے موافق ہو، پس اگر تقدیر اس کی موافقت نہ کرے تو یقیناً اس کی ذات کو سکون ملے گا، اس کے سینے کو کھول دیا جائے گا اور صبر عطا کر دیا جائے گا جس سے موجودہ مصیبت کو برداشت کرنا آسان ہو گا۔لہذا یہ کسی بھی صورت میں فائدہ کے بغیر نہیں ہے، اور یہ بھی تو قبولیت کی ایک قسم ہے۔

یہ ایک لطیف مفہوم ہے کہ اکثر آپ دعا کرتے ہیں تو آپ کو دل میں خوشی اور اطمینان سا محسوس ہوتا ہے۔امام رازی کے بقول یہی تو قبولیت ہے اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ جس کو رضا مل گئی گویا اس کو مقصود حاصل ہو گیا۔

قبولیتِ دعا کے اسباب

دعا کے لیے ایسے کئی اسباب ہیں جن کی بدولت دعا کی جلد قبولیت، مطلوبہ مقصد کا حصول اور سوال کا جواب ملنا یقینی ہو جاتا ہے۔لہذا دعا کرتے وقت ان اسباب کو اختیار کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونا چاہیے۔ان میں سے بڑے اور اہم درج ذیل ہیں:

- **اخلاص:** اللہ عزوجل کا فرمان ہے"وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ"[15] کہ اس کو پکارو خالص بندگی کے ساتھ۔
- **توبہ کا اعلان کرتے ہوئے گناہوں سے پرہیز:** دعا سے پہلے اپنے آپ کو اس لائق اور اہل بنانے کے تیاری کرنی چاہیے۔نوح علیہ السلام نے اسی کی طرف اپنی قوم کی راہنمائی کی، جو کہ قرآن میں مذکور ہے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۔ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۔ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۔[16]

تو میں نے کہا: (اے لوگو!) اپنے رب سے معافی مانگو، بیشک وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے۔وہ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا۔اور مالوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغات بنادے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔

اس سے واضح ہو رہا ہے کہ نوح علیہ السلام نے کس طرح اپنی قوم کو ترغیب دلائی کہ سب سے پہلے اپنے رب سے توبہ طلب کرو اور توبہ بھی صرف زبان سے نہیں ہونی چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو دلوں کے حال اچھے سے جانتا ہے۔اس لیے توبہ صدق دل سے ہونی چاہیئے۔

- **خشوع و خضوع اور عاجزی:** دعا کی قبولیت کے لیے خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگنا ضروری ہے۔کچھ لوگ اللہ سے دعا مانگ رہے ہوتے ہیں جبکہ ان کے دل کسی اور چیز میں مشغول ہوتے ہیں، اپنی نگاہوں کے ساتھ دائیں بائیں متوجہ ہوتے ہیں ان کا دل غیر حاضر ہوتا ہے، وہ صرف زبان سے الفاظ ہی ادا کر رہے ہوتے ہیں۔جبکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔[17]

اپنے رب سے گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ آواز سے دعا کرو۔بیشک وہ حد سے بڑھنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔

لہذا جب آپ آہستگی سے دعا کرتے ہیں تو اس سب کی بہت زیادہ شان زیادہ اہمیت والی بات ہوتی ہے کہ آپ رب کے

حضور خشوع و خضوع اور آہستگی سے، دل و جان کے ساتھ دعا مانگتے ہیں۔ تو وہ ضرور قبول بھی کرتا ہے اور آپ کو عطا بھی کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی اس دل کی التجا قبول نہیں کرتا جو التجا کرتے وقت صرف اللہ کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے ادھر اُدھر مشغول رہے۔

- **ثابت قدمی و اصرار:** اللہ عزوجل ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو دعا میں ثابت قدم رہتے ہیں۔ یعنی اللہ سے ہمیشہ مانگتے رہنا چاہیئے اور بار بار مانگنا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالی اس چیز کو پسند فرماتا ہے۔ جہاں تک مخلوق کا تعلق ہے تو اگر کوئی شخص کسی کے پاس جائے اور اس سے ایک یا دو بار سوال کرے تو وہ غصہ ہو جاتا ہے اور اس پر ناراضگی کا اظہار کرتا ہے۔ جبکہ اللہ رب العزت کے بارے میں آتا ہے کہ اگر اللہ سے مانگنا چھوڑ دیں تو وہ ناراض ہو جاتا ہے اور بنی آدم سے جب سوال کیا جاتا ہے تو وہ غضب ناک ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالی کو یہ بھی پسند ہے کہ اس سے دعا میں اصرار کیا جائے۔ نبی ﷺ نے بھی اس بات کو پسند فرمایا ہے کہ تین بار دعا کرنی چاہیئے یعنی ایک ہی جگہ پر ایک ہی وقت میں۔ لہذا بندے کو دعا میں ثابت قدم رہتے ہوئے اصرار کرتے رہنا چاہیئے۔
- **خوشحالی کے دنوں میں دعا:** اگر خوشحالی کے دنوں میں اللہ سے دعا کرتے اور اس کو یاد کرتے رہیں تو تنگدستی اور تکلیف کے وقت بھی اللہ دعا کو جلدی سنتا اور قبولیت کے درجے پر فائز فرماتے ہوئے جو ہم مانگ رہے ہوتے ہیں وہ عطا کرتا ہے۔ جیسا کہ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

  تعرّف إلى الله في الرخاء يعرفك في الشدة[18]

  تم اللہ کو خوشحالی میں یاد رکھو وہ تمہیں تکلیف (شدت) کے وقت یاد رکھے گا۔
- **آدابِ دعا کا التزام:** دعا کے وقت دعا کے آداب پر عمل یقینی بنانا چاہیئے تاکہ قبولیت ہو سکے۔ جیسا کہ اللہ سے اس کے ناموں اور صفات کے وسیلہ سے دعا کرنا، جوامع الکلم کا استعمال کرنا، قبلہ رخ ہونا، پاکیزگی کی حالت میں ہونا، اللہ تعالی کی حمد و ثنا اور نبی کریم ﷺ پر درود کے ساتھ دعا کا آغاز کرنا، ہاتھوں کو بلند کرنا۔ یہ سب دعا کے آداب میں سے ہیں اور ان مقرب امور میں سے ہیں جن کے ذریعہ دعا قبول ہوتی ہے۔
- **اچھے اوقات اور نیک حالات کا انتخاب:** دعا کے لیے ایسے وقت کا انتخاب کیا جائے جو کہ پسندیدہ اوقات میں سے ہو اور دعا کی قبولیت کے لیے ان ساعات کا شریعت میں ذکر ہو۔ اسی طرح حالت بھی ایسی ہو جو کہ دعا کی قبولیت والی ہو، جیسا کہ ایک ٹوٹے دل والے کی حالت، روزہ دار شخص کی حالت، ایک پراگندہ مسافر کی حالت، یا پھر ایک پریشان اور مظلوم شخص کی حالت۔ یہ تمام نیک اور پسندیدہ حالتیں ہیں ان میں دعا کی قبولیت کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح نیک اوقات کہ جن میں دعا کی قبولیت یقینی ہوتی ہے۔ جیسے رمضان کا مہینہ، جمعہ کے دن کی آخری گھڑی سحری و افطاری کے اوقات وغیرہ۔ یہ وہ اوقات ہیں جن کو پسندیدہ اور نیک وقت قرار دیا گیا ہے اور ان اوقات میں دعا کی قبولیت کی امید کی جاتی ہے۔ پس اگر نیک حالت اور نیک وقت کسی نیک جگہ پر اکٹھے ہو جائیں تو جگہ پر اکٹھے ہو جائیں تو دعا کی قبولیت یقینی ہو گی اور مانگنے پر ضرور عطا کیا جائے گا۔

موانعِ اجابتِ دعا

اس بات کا جاننا بھی ضروری ہے کہ دعا کی قبولیت اور سوال کے جواب میں کچھ موانع بھی ہوتے ہیں جن کے ارتکاب پر دعا

قبول نہیں ہوتی۔ لہٰذا ان موانع سے اجتناب کرنا چاہیے تا کہ دعا کی قبولیت میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ وہ اسباب جو دعا کی قبولیت میں رکاوٹ بنتے ہیں جنہیں موانعِ اجابتِ دعا کہا جاتا ہے درج ذیل ہیں:

- **دعا کا فی نفسہ کمزور ہونا:** دعا کا فی نفسہ کمزور ہونا، اجابت کے موانع میں سے ایک ہے، یعنی وہ طریقہ جو ہم دعا کرتے وقت اختیار کرتے ہیں اس میں اللہ تعالی کے ساتھ سوءِ ادب، یا حد سے تجاوز کرنا ہو۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

لا يزال يستجاب للعبد ما لم يدع بإثم او قطيعة رحم ما لم يستعجل[19]

جب تک کوئی بندہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا اور قبولیت کے معاملے میں جلد بازی نہ کرے، اس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے۔

- **دل کا دوسری طرف مشغول ہونا:** دعا کے وقت دل اسی طرف مشغول ہو یعنی دل و جان کے ساتھ حاضر ہو کر اللہ سے دعا کرنی چاہیئے۔ بندہ اللہ سے اس حال میں دعا کر رہا ہو کہ اس کا دل غیر حاضر ہو مانعِ اجابت ہے۔ اسی بارے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

والله إنني لا أحمل هم الإجابة ولكنني أحمل هم الدعاء۔[20]

اللہ کی قسم، میں اجابت کا بوجھ نہیں اٹھاتا، بلکہ دعا کا بوجھ اٹھاتا ہوں۔

- **بے یقینی کے ساتھ دعا:** دعا کرتے وقت یہ تیقن ہونا چاہیئے کہ دعا ضرور قبول ہو گی۔ کوئی شخص اجابت کے یقین کے بغیر دعا تجربہ حاصل کرنے کے لیے کرے کہ قبول بھی ہوتی ہے یا نہیں تو اس کی دعا قبول نہیں ہو گی۔ بعض لوگوں کو کوئی بیماری ہوتی ہے یا کوئی مسئلہ ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں خدا کی قسم میں نے کوئی ایسا وسیلہ نہیں چھوڑا کہ جسے آزمایا نہ ہو حتی کہ دعا بھی۔ حالانکہ وہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ دعا مجرب ہے۔ دعا کو تو نہ آزمایا جاسکتا ہے اور نہ ہی تجربہ کیا جاسکتا ہے۔ اللہ سے دعا اس حال میں کرنی چاہیئے کہ ہمیں اس کی قبولیت کا یقین ہو۔ عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں:

ما ظن أحد بالله ظناً حسناً إلا أعطاه الله إياه۔[21]

اللہ کے بارے میں جو اچھا گمان رکھتا ہے اللہ اسے ضرور وہ عطا کر دیتا ہے۔

اسی مفہوم کی حامل ایک حدیث قدسی بھی ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں وہ جیسا چاہے میرے بارے میں گمان کرے۔[22]

- **محرمات کا ارتکاب:** موانعِ اجابت میں سے یہ بھی ہے کہ بندہ محرمات میں مشغول رہے کہ جن کاموں کو شریعت نے حرام قرار دیا ان کا ارتکاب کرے۔ جیسے قطع رحم، حرام ماکولات و مشروبات یا حرام ملبوسات وغیرہ۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

ثم ذكر الرجل يطيل السفر أشعث أغبر يمد يديه إلى السماء يا رب يا رب ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذى بالحرام فأنى يستجاب لذلك۔[23]

پھر آپ نے ایک آدمی کا ذکر کیا: جو طویل سفر کرتا ہے بال پراگندا اور جسم غبار آلود ہے۔ (دعا کے لیے) آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتا ہے، اے میرے رب! اے میرے رب! جبکہ اس کا کھانا حرام کا ہے اس کا پینا حرام کا ہے اس کا لباس حرام کا ہے اور اس کو غذا حرام کی ملی ہے تو اس کی دعا کہاں سے قبول ہو گی؟

- **قبولیتِ دعا میں جلدی بازی کا مظاہرہ:** دعا کی قبولیت کے موانع میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دعا کے قبول ہونے میں جلد بازی کا مظاہرہ کیا جائے۔ یعنی یہ کہ ابھی دعا کی اور کہنا شروع کر دینا کہ میری دعا تو قبول نہیں ہوئی، پتا نہیں میری دعا کیوں قبول نہیں ہوئی؟ کیونکہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے دعا کی اور پھر دوبارہ دعا کی لیکن مجھے اس دعا کا کوئی فائدہ نہیں ہوا، یعنی قبول

نہیں ہوئی۔ اگر قبول ہوئی ہوتی تو ضرور وہ مل جاتا جس کا میں نے سوال کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

يُسْتَجَابُ لأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ يَقُولُ دَعَوْتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِي۔[24]

بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ جلدی نہ کرے کہ کہنے لگے کہ میں نے دعا کی تھی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

- **دعا کی قبولیت کو اللہ کی مشیت کے ساتھ معلق کرنا:** موانعِ اجابتِ دعا میں سے ایک دعا کو مشیت کے ساتھ معلق کرنا ہے۔ یعنی یہ کہنا کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے یہ عطا کر دے، تو چاہے تو میری دعا قبول کر لے۔ لہٰذا اس طرح اللہ کی مشیت کے ساتھ معلق کر کے دعا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ بے یقینی والی دعا قبول نہیں ہوتی۔ یقین اور پختگی کے ساتھ کی ہوئی دعا ضرور قبول ہوتی ہے کہ اللہ سے یقین کامل کے ساتھ دعا کرنی چاہیئے کہ وہ ضرور دعا کو سنے گا اور قبول کرتے ہوئے جو مانگا ضرور عطا فرمائے گا۔۔ جیسا کہ حدیث میں مروی ہے:

لا يقولن احدكم: اللهم اغفر لي إن شئت , وليعزم في المسالة فإن الله لا مكره له۔[25]

تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے یقینی طور پر سوال کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی زور زبردستی کرنے والا نہیں۔

لہٰذا اللہ جل شانہ سے دعا کرتے وقت عزم مصمم اور یقین کے الفاظ کے ساتھ دعا کرنی چاہیئے۔ دعا تمام قسم کے تکلفات اور بناوٹ سے پاک اور حد سے متجاوز نہ ہو۔ آواز کا بلند کرنا بھی اسی میں آتا ہے کیونکہ قرآن کا حکم ہے کہ اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ آواز سے دعا کرو۔[26] علماء کا کہنا ہے کہ بغیر کسی حاجت کے دعا میں آواز کو بلند کرنا حد سے تجاوز کرنا ہے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ:

كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَكُنَّا إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى وَادٍ هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، إِنَّهُ مَعَكُمْ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ تَبَارَكَ اسْمُهُ وَتَعَالَى جَدُّهُ۔[27]

ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم کسی وادی میں اترتے تو تکبیر و تہلیل کہتے تو ہماری آواز بلند ہو جاتی۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کھاؤ، کیونکہ تم کسی بہرے یا غائب اللہ کو نہیں پکار رہے ہو۔ وہ تو تمہارے ساتھ ہی ہے۔ بیشک وہ سننے والا اور تم سے بہت قریب ہے۔ برکتوں والا ہے۔ اس کا نام اور اس کی عظمت بہت ہی بڑی ہے۔

حاصلِ بحث

دعا کو احادیث میں عبادت کا مغز اور نچوڑ کہا گیا ہے۔ اللہ رب العزت کے قرآن میں جہاں بکثرت دعا مانگنے کی ترغیب دی ہے وہیں قبولیت کے حوالے سے یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ شہ رگ سے زیادہ قریب اور پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہے۔ ایسے بندوں کو عبادی کے وصف سے پکارنا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے انتہائی قریب ہوتے ہیں۔ دعا کی قبولیت میں بہت سے اوصاف اور آداب کا بھی عمل دخل ہے اسی طرح بہت سے خاص اوقات میں اجابت کے امکانات زیادہ ہیں۔ نیز بہت سے منفی رویے اجابتِ دعا سے مانع ہیں جنہیں اس مقالہ میں بیان کیا گیا ہے۔ ہمیں اپنے طرز عمل پر غور کرنا اور سوچنا چاہیئے کہ دعا کرتے رہنے کے باوجود ہماری دعائیں شرفِ قبولیت کیوں نہیں پاتیں؟ کہیں ہمارے رویوں میں کوئی ایسا امر تو نہیں جو اجابتِ دعا سے مانع ہو۔ ان اسباب کو اختیار کرنا چاہیئے جن کی بدولت دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ دعا کی قبولیت کے درجات بھی مدِ نظر رہنے چاہئیں۔ جیسا کہ

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

ما من مسلم يدعو بدعوة ليس فيها إثم، ولا قطيعة رحم، إلا أعطاه الله بها إحدى ثلاث: إما أن تعجل له دعوته، وإما أن يدخرها له في الآخرة، وإما أن يصرف عنه من السوء مثلها۔قالوا: إذا نكثر، قال: " الله أكثر۔ [28]

جو بندہ اللہ تعالی سے کوئی دعا کرتا ہے جس میں نہ گناہ ہو نہ رشتے ناطے ٹوٹتے ہوں اسے اللہ تعالی تین باتوں میں سے ایک ضرور عطا فرماتا ہے، یا تو اس کی دعا اس وقت قبول فرما کر مراد پوری کر دی جاتی ہے جس کی اس نے دعا مانگی ہوتی ہے یا اسے آخرت کے لئے ذخیرہ کر کے چھوڑ دیتا ہے اور آخرت میں عطا کی جائیگی، یا اس کی وجہ سے کوئی آنے والی مصیبت کو ٹال دیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے یہ سن کر عرض کیا پھر تو ہم بکثرت دعا مانگا کریں گے آپ نے فرمایا اللہ اس سے زیادہ عطا فرمادے گا۔

معلوم ہوا کہ مومنین کی دعائیں کسی حال میں بھی رائیگاں نہیں جاتیں۔ اگر بعینہ مطلوبہ چیز نہ بھی ملے تو اس دعا کی برکت سے کسی بڑی مصیبت کا ٹل جانا یا بروزِ قیامت اس دعا کے اجر سے مستفید ہونا دعا کی قبولیت ہی کی نشانیاں ہیں۔

حوالہ جات و حواشی

1 سورۃ البقرۃ 2:186۔

2 البغوی، ابو محمد حسین بن مسعود، **معالم التنزیل**،(ریاض: دار طیبہ للنشر والتوزیع، 1409ھ)، 1/204۔

3 سورۃ البقرۃ 2:183۔

4 سورۃ البقرۃ 2:187۔

5 ابن ماجۃ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، **السنن**،(ریاض: دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب الصیام، باب فی الصائم لاتردد دعوته، رقم الحدیث: 1752۔

6 ابن عاشور، محمد طاہر، **تفسیر التحریر والتنویر**،(قاہرۃ: دار ابن حزم للطباعۃ والنشر والتوزیع، 2021ء)، 2/177۔

7 الشنقیطی، محمد امین بن محمد المختار، **اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن**،(مکۃ مکرمۃ: دار عالم الفرائد للنشر والتوزیع، 1426ھ)، 1/74۔

8 سورۃ الانعام 6:41۔

9 القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد، **الجامع لاحکام القرآن**،(بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2006ء)، 2/309۔

10 ایضاً، 14/78۔

11 ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابو بکر، **طریق الھجرتین وباب السعادتین**،(مکۃ مکرمۃ: دار عالم الفوائد للنشر والتوزیع، 1429ھ)، 1/44۔

12 سورۃ المومن 40:60۔

13 سورۃ بنی اسرائیل 17:1۔

14 الرازی، محمد بن عمر بن حسن، **مفاتیح الغیب**،(قاہرۃ: دار الحدیث، 2012ء)، 5/265۔

15 سورۃ الاعراف 7:29۔

16 سورۃ نوح 71:12۔

17 سورۃ الاعراف7:55۔

18 احمد بن حنبل، امام، **المسند**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2001ء)، مسند بنی ھاشم، مسند عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما، رقم الحدیث: 2803۔

19 ابن ماجۃ، **السنن**، کتاب الدعا، بَاب: یستجاب لأَحدکم ما لم یعجل، رقم الحدیث: 3853۔

20 ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، **اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة أصحاب الجحیم**، (بیروت: دار عالم الکتب، 1999ء)، 2/229۔

21 ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، **الزھد**، (مصر: دار المشکاۃ للنشر والتوزیع، 1993ء)، ص 121۔

22 مسلم بن حجاج، امام، **صحیح مسلم**، (ریاض: دار السلام، 2015ء)، کتاب الذکروالدعاءوالتوبۃوالاستغفار، باب فضل الذکرو الدعاءوالتقرب الی اللہ تعالیٰ، رقم الحدیث: 6832۔

23 ایضاً، کتاب الزکوٰۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا، رقم الحدیث: 2346۔

24 ابن ماجۃ، **السنن**، کتاب الدعاء، باب یستجاب لاحدکم مالم یعجل، رقم الحدیث: 3853۔

25 ایضاً، کتاب الدعاء، باب: لایقول الرجل اللھم اغفرلی ان شئت، رقم الحدیث: 3854۔

26 سورۃ الاعراف7:55۔

27 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (ریاض: دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب الجھادوالسیر، باب مایکرہ من رفع الصوت فی التکبیر، رقم الحدیث: 2992۔

28 احمد بن حنبل، **المسند**، مسندالمکثرین من الصحابۃ، مسندابی سعیدالخدری رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: 11133۔